اصلاح و تزکیۂ نفسِ انسانی

افادات: حضرت حسن البنا شہیدؒ ترجمہ: منیر احمد خلیلی

اِس سے پہلے کہ ہم اصل موضوع کا جائزہ لیں، ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس حقیقت کو واضح کر دیا جائے کہ کتاب اللہ نازل ہوئی تو اس کا اوّلین مقصد اور بنیادی غایت نفسِ انسانی کے لیے ہدایت فراہم کرنا اور رُوح و قلب کی اصلاح تھا۔ گویا قرآن کا پہلا ہدف نفسِ انسانی کا علاج کرنا ہے تاکہ یہ پاکیزگی اور تزکیہ و تہذیب سے آراستہ ہو جائے، اس کی سمت درست ہو جائے اور اس میں معاملات اور اشیاء کو حقائق کے آئینے میں دیکھنے اور پرکھنے کی صلاحیت اجاگر ہو جائے۔ یہاں تک کہ ہر انسان تعلیم و تربیت پا کر حق، جمال، عدل اور تقدیر کو اپنی منزل ٹھہرا لے۔

قرآنِ کریم جب آیا تو نفسِ انسانی کو عوارض اور بگاڑ سے بچانے کے لیے آیا تھا۔ اِس کے پیشِ نظر بنیادی کام فرد کا علاج تھا۔ نظمِ اجتماع کا معالجہ اس میں موجود ضرور ہے، لیکن اس کا پہلا ہدف فرد کی اصلاح ہے۔ اس کا اوّلین مخاطب انسان ہے، معاشرہ نہیں ہے۔ وجہ یہ ہے کہ جب فرد کی اصلاح ہو جاتی ہے تو معاشرہ سُدھر جاتا ہے۔[1]

---

[1] محض چند (مثلاً دس فیصد) افراد کے سُدھرنے سے معاشرہ آٹومیٹک طور پر نہیں سُدھر جاتا، بلکہ سُدھرنے والے افراد کو دعوتِ اصلاح کا جہاد جاری رکھنا پڑتا ہے۔ (باقی بر صفحہ آئندہ)

فرد بگاڑ کا شکار ہو جائے تو اجتماعی دائروں میں بھی فساد پھیل جاتا ہے۔ یہاں تک کہ اجتماعیت کے اُصول اور زاویے اگر درست بھی ہوں، فرد کا نقطۂ نظر، فرد کا مطمحِ نظر، فرد کا باطن اور فرد کے احساسات و خیالات درست نہ ہوں تو محض اُصول اور زاویے درست ہونے سے معاشرہ اصلاح و تعمیر کے رُخ پر سفر نہیں کر سکتا۔

ایک عادل قاضی ظالم حکمران کے بنائے ہوئے قوانین میں سے بھی عدل و انصاف کی راہ نکال لیتا ہے بشرطیکہ اس کا اپنا نفس نیک ہو، اس میں عدل کا مخلصانہ جذبہ ہو، اور وہ انصاف پسند ہو۔ لیکن اگر قاضی کا نفس فساد زدہ ہو اور وہ خواہشاتِ نفس کا غلام بن جائے تو قانون خواہ کتنا ہی رُوحِ عدل سے معمور ہو، وہ ایسی راہیں ضرور تلاش کر لے گا جو اس کے شریرنفس کے تقاضے کی تکمیل تک اُسے پہنچا دیں۔ اِس لیے اللہ کی کتاب کی غایتِ اولیٰ اور ہدفِ اوّل نفسِ انسانی کی تہذیب و تربیت ہے۔ یہی وہ اوزار ہے، جسے مقاصدِ شر یا مقاصدِ خیر کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔

اسی لیے قرآن نے نفسِ انسانی کو بڑی اہمیت دی اور اس کی اصلاح و تعمیر کر کے اسے اس قابل بنانے کا بیڑا اُٹھایا کہ یہ حق و انصاف اور جمال و لطافت کو چاہنے لگے اور اس کے لیے بدی، بُرائی اور باطل ناپسندیدہ ترین چیزیں بن جائیں۔ یہاں تک کہ وہ ایسا نفس بن جائے جس میں فضل و شرف اور خیر کے سوا کچھ نہ رہے۔ ملاحظہ ہو:

وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰىهَا ۝ فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا ۝ قَدْ

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ)

اور اپنی قوتوں کے ذریعے خود معاشرے کے اختیار کردہ اور معاشرے کے مطالبہ کردہ اور حکومت کے لازم کردہ اور ذرائعِ ابلاغ کے عام کردہ مفاسد کے خلاف لڑنا پڑتا ہے۔ اِس دعوتی و اصلاحی مہم کے بغیر اگر یہاں وہاں تقویٰ کے پیکر موجود ہو جائیں تو محض ان کی برکت سے الحاد پسند، انحراف پسند اور فساد پسند لوگ درست نہیں ہو جائیں گے۔ فرد کی درستی کی تکمیل یہ ہے کہ وہ دعوت و اصلاح کا کام کرے۔

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا ۔ (الشمس ۔ ۷۔۹)

ترجمہ: اور اس ذات کی قسم جس نے اُسے (یعنی نفس کو) ہموار کیا، پھر اس کی بدی اور اس کی پرہیزگاری اس پر الہام کر دی، یقیناً فلاح پا گیا وہ جس نے نفس کا تزکیہ کیا اور نامراد ہوا وہ جس نے اس کو دبا دیا۔

جماعت اور معاشرہ کی اصلاح کا دار و مدار اصلاحِ نفس پر ہے اور معاشرے میں فساد پھیلنے کا سبب بھی فسادِ نفس ہے کہ بگاڑ اور بدی پہلے نفوسِ انسانی میں جڑ پکڑتی ہے اور یہ اللہ کی اس سنت کے مطابق ہے۔ (۱) کہ "وہ کسی نعمت کو جو اس نے کسی قوم کو عطا کی ہو اس وقت تک نہیں بدلتا جب تک کہ وہ قوم خود اپنے طرزِ عمل کو نہیں بدل دیتی۔ اللہ سب کچھ سننے اور جاننے والا ہے"۔ (انفال ۔ ۵۳)۔ (۲) حقیقت یہ ہے کہ اللہ کسی قوم کے حال کو نہیں بدلتا جب تک کہ وہ خود اپنے اوصاف کو نہیں بدل دیتی"۔ (الرعد ۔ ۱۱)

قرآن نفسِ انسانی پر ہر زاویے اور پوری اہمیت و تفصیل کے ساتھ توجہ مبذول کرتا ہے۔ اس میں حق اور خیر کی محبت جاگزین کرتا اور شر اور فساد و بگاڑ سے نفرت پیدا کرتا ہے اور مسلسل ا[illegible]ن و شرف اور کمال کی سمت میں آگے بڑھاتا ہے۔ اس مقصد کے لیے قرآن دو ذرائع اختیار کرتا ہے۔ پہلا ذریعہ یہ ہے کہ نفسِ انسانی کو انتہائی مکرم و محترم اور پاکیزہ قرار دے کر اس کی نسبت اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف کرتا ہے:

اُسے کہو: یہ روح میرے رب کے حکم سے آتی ہے، مگر تم لوگوں نے علم سے کم ہی بہرہ پایا ہے" (بنی اسرائیل: ۸۵) ۲۔ "اور میں نے اس میں اپنی روح سے کچھ پھونکا" (الحجر ۔ ۲۹)۔ ۳۔ "اور بے شک ہم نے بنی آدم کو مکرم و محترم کیا"۔ (بنی اسرائیل ۷۰)

دوسرا ذریعہ یہ ہے کہ وہ نفسِ انسانی کا تعلق اللہ تعالیٰ سے قائم کر دیتا ہے جس کے نتیجہ میں اسے اپنے رب کی معرفت حاصل ہو جاتی ہے اور یہ براہ راست اور مستقل طور پر اپنے پیدا کرنے والے کی نگاہ اور نگرانی میں آجاتا ہے۔ (۱) ہم نے انسان کو پیدا کیا ہے اور اس کے دل میں ابھرنے والے وسوسوں تک کو ہم جانتے ہیں۔ ہم اُن کی رگِ گلو سے بھی زیادہ ان کے قریب ہیں (قٓ: ۱۶)۔ (۲) اے نبیؐ تم جس حال میں بھی ہوتے ہو اور

قرآن میں سے جو کچھ بھی تم سناتے ہو اور لوگو، تم بھی جو کچھ کرتے ہو اس سب کے دوران میں ہم تم کو دیکھتے رہتے ہیں (یونس: ۶۱)۔ ان دو ذریعوں سے قرآن نفسِ انسانی کو رفعت و عظمت سے نوازتا ہے۔ اس کو اس کی شان اور بلندی کا احساس دلاتا ہے۔ اور اسے دائمی طور پر حق تعالیٰ کی نگاہِ لطف و کرم میں رکھتا ہے جس سے نفسِ انسانی کو اپنی قدر و قیمت کا احساس ہوتا رہتا ہے۔

یہی ضابطۂ منہجِ اسلامی میں اصلاح و تعمیر اور تزکیہ و تطہیر کا سنگِ میل ہے اور یہیں سے اسلامی تعلیمات کے فہم و ادراک کا آغاز ہوتا ہے۔ درحقیقت نفسِ انسانی کی اصلاح ہی انسانی زندگی کے جملہ گوشوں اور حیاتِ اجتماعی کے تمام پہلوؤں میں اصلاح کا پیش خیمہ بنتی ہے۔ جیسا کہ مذکورہ بالا آیاتِ قرآنی سے ثابت ہوتا ہے اور سنتِ نبوی میں بھی تفصیل سے اس کا ذکر ہے۔ ملاحظہ ہو: فرمایا: ''نیکی حسنِ خلق ہے اور گناہ کی نشانی یہ ہے کہ اس سے تمھارے دل میں ایک خلش سی محسوس ہوتی ہے اور تم اس عملِ گناہ کا لوگوں پر ظاہر ہونا پسند نہیں کرتے۔ اپنے عمل کے بارے میں حسن و قبح کا فیصلہ اپنے دل سے طلب کر۔

یاد رکھو، تمھارے بدن میں گوشت کا ایک لوتھڑا ہے، جب وہ درست ہو جاتا ہے تو سارا جسم درست ہو جاتا ہے اور جب اس میں فساد پیدا ہو جاتا ہے تو سارا بدن فساد زدہ ہو جاتا ہے۔ خیال رہے وہ تمھارا دل ہے''۔

نفس کی اصلاح و تزکیہ کے بعد اجتماعی اور اداری اور تنظیمی زندگی میں صحت مند اقدار کی ترویج اور تعمیر و اصلاح کی باری آتی ہے۔ نفس کی اصلاح ہو چکنے پر ان دائروں اور منصوبوں کا تعلق ہوتا ہے، حدود کا پتہ چلتا ہے اور زندگی کی گاڑی کا ہر پرزہ ٹھیک ٹھیک کام کرنے لگ جاتا ہے۔ اصلاحِ نفس سے اصلاحِ اجتماع کی طرف بڑھنا ایک فطری تدریجی اور طبیعی طریقہ ہے۔ آسمانی قانون اور انسان کے تراشیدہ نظام میں یہی فرق ہے کہ اول الذکر نفسِ انسانی کی جڑوں اور گہرائیوں میں داخل ہو جاتا ہے اور ہر شخص کے نفس ہی کو اس پر چوکیدار بنا دیتا ہے، جب کہ انسان کے بنائے ہوئے تمام نظاموں میں اصلاح کے لیے نفسِ انسانی سے آغاز کا کوئی تصور نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ نظام جرائم اور بگاڑ کا قلع قمع کرنے میں ہمیشہ ناکام رہتے ہیں۔